QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

اسلامی عدالتی نظام میں القضاء علی الغائب: فقہی و تاریخی مطالعہ

Ex Parte Judgment in the Islamic Judicial System: A Juristic and Historical Study

Dr. Sobia Nosheen
Assistant Professor (OPS), Government College University Faisalabad.
Email: Sobia616@gmail.com

"Ex parte decision" (Qaḍāʾ ʿalā al-Ghāʾib) represents one of the most significant and debated concepts in the Islamic judicial system. It refers to a judicial ruling issued in the absence of a party, which may give rise to multiple interpretative viewpoints. Despite its complexities, such decisions serve as a cornerstone for protecting the rights of individuals and ensuring the continuity of judicial processes. This study provides a comprehensive analysis of the development of ex parte judgments, tracing their origins from the Prophetic era and examining their evolution through the Abbasid period and subsequent Islamic legal practice. The article examines juristic similarities and differences, explores remedial mechanisms, and highlights the rights and safeguards afforded to absent parties. In addition, the research incorporates the perspectives of contemporary ʿUlamāʾ, providing a critical evaluation of the practical application of ex parte rulings in the Islamic judicial system, particularly in the context of the Subcontinent and Pakistan.

Keywords: Qur'an, Hadith, Qaḍāʾ al-Ghāʾib, Ibn Qudāmah, Wahbah al-Zuḥaylī, Islamic judicial system, Subcontinent, Pakistan.

DOAJ OPEN GLOBAL TRUSTED
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor Academic Scientific Journals
اشاریہ اردو جرائد
Eoi Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

تعارف

القضاء علی الغائب سے مراد وہ عدالتی فیصلہ ہے جو قاضی کسی ایسے فریق کے خلاف صادر کرے جو مقدمہ کی سماعت کے وقت عدالت میں موجود نہ ہو۔ فقہی اصطلاح میں اسے قضاء الغائب بھی کہا جاتا ہے۔ یہ تصور اسلامی عدالتی نظام میں اس وقت سامنے آتا ہے جب مدّعی حاضر ہو اور مدّعا علیہ کسی معتبر عذر، عدمِ حاضری یا فرار کی وجہ سے غیر موجود ہو۔

القضاء علی الغائب اسلامی عدالتی نظام کا ایک اہم اور نازک تصور ہے، جس کا مقصد عدلِ قضائی قائم رکھنا اور غیر حاضر فریق کے حقوقِ دفاع کو محفوظ رکھنا ہے۔ اس کا بنیادی مفہوم وہ عدالتی فیصلہ ہے جو کسی فریق کے غیر حاضر ہونے کے باوجود صادر

ہوتا ہے، خواہ وہ مدعی ہو یا مدعاعلیہ۔ اسلامی فقہ میں اس کی جوازیت اور حدود مختلف مذاہب اور فقہاء کی کتابوں میں بیان ہوئی ہیں، اور اس کے اصول عدل، حق سماعت، ابلاغ صحیح اور مہلتِ معقول کی بنیاد پر قائم ہیں۔

اسلامی فقہ میں اس مسئلہ پر فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض فقہاء خصوصاً فقہائے احناف اصولی طور پر غائب کے خلاف فیصلہ کرنے کو ناپسند کرتے ہیں، الا یہ کہ مدّعا علیہ کی غیر حاضری جان بوجھ کر ہو اور حق کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ جبکہ فقہائے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ بعض شرائط کے ساتھ القضاء علی الغائب کو جائز قرار دیتے ہیں، خاص طور پر جب مدّعی کے حق کے ضائع ہونے کا خدشہ موجود ہو۔

قضاء الغائب کا مقصد کسی فریق پر ظلم کرنا نہیں بلکہ حقوق کی حفاظت، انصاف کی فراہمی اور عدالتی نظام کو معطل ہونے سے بچانا ہے۔ اسی لیے اسلامی فقہ میں غائب شخص کے لیے حقِ اعتراض، حقِ سماعت اور نظر ثانی جیسے تحفظات بھی مقرر کیے گئے ہیں تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے مکمل طور پر پورے ہو سکیں۔ اب یہاں پر ہم اس کا سب سے پہلے معنی و مفہوم بیان کریں گے۔

لغوی مفہوم:

لغت میں لفظ قضاء بنیادی طور پر حکم دینے، کسی امر کو مکمل کرنے، اور فیصلے کو قطعی بنانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ابن منظور نے لکھا:

"القَضاءُ: الحُكمُ، وإحكامُ الأمرِ وإمضاؤه"[1]

اسی طرح القاموس المحیط میں بھی بیان ہوا ہے کہ قضاء کا مطلب ہے "أمضى"، "أتمّ"، یا "حکم"، یعنی نفاذی اور قطعی پہلو پر زور دیا گیا ہے۔[2]

ابن اثیر نے بھی اپنی لغت میں قضاء کو "تمام کرنا، اختتام کرنا اور فیصلہ صادر کرنا" کے معنوں میں بیان کیا ہے۔[3]

لغوی طور پر غائب سے مراد وہ شخص ہے جو کسی وجہ سے عدالت یا مجلس میں حاضر نہ ہو۔

ابن منظور کے مطابق:

"غاب يغيب: التواري، الستر، عدم الحضور"[4]

اسی طرح القاموس المحیط میں غیبت کے تحت "عدم الحضور" کا ذکر کیا گیا ہے، جو القضاء علی الغائب کے تصور کی لغوی بنیاد فراہم کرتا ہے۔[5]

لغوی طور پر واضح ہوتا ہے کہ القضاء علی الغائب کا بنیادی مطلب ہے غیر حاضر شخص کے متعلق عدالت کی طرف سے قطعی فیصلہ صادر کرنا۔ اس لغوی بنیاد پر فقہاء نے اس کے شرعی دائرہ کار، طریقہ سماعت، ابلاغ اور مہلت کے اصول وضع کیے ہیں تاکہ عدل مؤخر نہ ہو اور غیر حاضر فریق کے حقوق محفوظ رہیں۔

القضاء علی الغائب کا اصطلاحی مفہوم:

فقہِ اسلامی میں القضاء علی الغائب کی اصطلاحی تعریف فقہاء اور علمائے اصول نے مختلف انداز سے کی ہے، تاہم تمام تعریفات میں مشترکہ نقطہ یہ ہے کہ یہ غیر حاضر فریق کے متعلق عدالتی فیصلہ صادر کرنے کے مخصوص ضابطہ کار کو بیان کرتی ہے، جس میں حق سماعت، ابلاغ صحیح، اور مہلت معقول کی پابندی لازمی ہے۔ ذیل میں مختلف تعریفات کو بیان کیا جاتا ہے:

1-ابنِ فرحون (مالکی) کے مطابق:

"الحكمُ على الغائبِ: فصلُ الخصومةِ بين الحاضِرَيْن بحقٍّ للغائبِ أوعليه، وإن لم يحضر مجلسَ القضاء."[6]

اس تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ قاضی، فریقِ حاضرین کے دلائل کی بنیاد پر، غیر حاضر فریق کے حق یا علیہ فیصلے کا اختیار رکھتا ہے، بشرطیکہ طریقہ سماعت اور ابلاغ کی شرائط پوری ہوں۔

2-ابو حسان الماوردي (شافعی):

الماوردي کے نزدیک، قاضی کو—جب مدعی اپنی بیّنہ پیش کردے اور عدمِ حضور بلا عذر ہو—غائب منکر کے خلاف حکم دینے کا اختیار حاصل ہے، بشرطیکہ ابلاغ صحیح اور مہلت معقول کی ضمانت ہو۔[7]

3-ابن قدامہ (حنبلی) بیان کرتے ہیں:

اگر مدعا علیہ بغیر عذر حاضر نہ ہو اور مدعی معتبر شہادت یا دستاویزی ثبوت پیش کرے تو قاضی حکمِ غیابی جاری کر سکتا ہے، اور بعد از حکم اعتراض یا اعادہ سماعت کی گنجائش لازمی رکھی جاتی ہے۔[8]

4-وہبہ الزحیلی (معاصر عرب عالم):

معاصر فقیہ اور ماہر قانون، وہبہ الزحیلی نے جمہور فقہاء کے موقف کا خلاصہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"شروط کی تکمیل کے ساتھ غائب پر حکم جائز ہے؛ مقصد تعطیل حقوق سے بچنا اور ضرر تسویف کو رفع کرنا ہے، بشرطیکہ عدل و سماعت کے اصول متاثر نہ ہوں۔"[9]

5-شوکت حیات (معاصر پاکستانی ماہر قانون):

نے اسلامی قانونِ دیوانی کی عصری تشریح میں کہا ہے کہ ex parte decree کو اس اصول کے تحت جاری کیا جاتا ہے کہ فریق کی غیر حاضری ایک استثنائی صورت ہے، اور عدالت کو حق سماعت اور مناسب ابلاغ کی ضمانت دینی ہوتی ہے۔[10]

6-عمران احسن خان نیازی (معاصر پاکستانی ماہر قانون):

جدید اصولی تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ القضاء علی الغائب کی اصطلاحی تعریف میں بنیادی عناصر یہ ہیں: حق سماعت، بیّنہ معتبر، ابلاغ صحیح، اور بعد از حکم اعتراض کا حق۔ یہ اصول عدل کے نظریاتی تقاضوں کے مطابق ہے۔[11]

تمام تعریفات میں ایک مشترکہ اصول یہ ہے کہ غیر حاضر فریق کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ صادر کرنے کے لیے عدالت کو مخصوص ضوابط کی پابندی کرنی ضروری ہے۔

تاہم قدیم اور جدید علماء میں فرق صرف تنفیذ اور اطلاق کے طریقہ کار میں ہے۔ قدیم فقہاء: عملی اور فقہی حدود پر زور دیتے ہیں، جیسے ابن فرحون اور ابن قدامہ نے ابلاغ، مہلت، اور بعد از حکم اعتراض کو لازمی قرار دیا جبکہ معاصر علماء: عصری قانونی نظام اور بین الاقوامی معیارات (Fair Trial) کو مد نظر رکھتے ہیں، جیسے Shokat Hayat اور Nyazee نے ex parte decree کے استثنائی پہلو اور عدالت کی ذمہ داریوں کو اجاگر کیا۔ یہ تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ القضاء علی الغائب کا تصور صرف غیر حاضر فریق کے حق میں عدل قائم کرنے کا فقہی اصول نہیں بلکہ عدالتی توازن اور معاشرتی انصاف کا ایک جامع عملی نظام بھی ہے۔

قرآن وحدیث میں غیر حاضر فریق کے متعلق اشارات:

اسلامی عدالتی نظام میں غیر حاضر فریق کے متعلق اصولوں کی بنیاد قرآن و سنت میں ملتی ہے۔ شریعت نے عدلِ قضائی، مساواتِ سماعت، اور بیّنہ (شہادت) کے اصول کو ہر مقدمے میں مقدم رکھا، چاہے فریق حاضر ہو یا غیر حاضر۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل نصوص سے ہوتا ہے:

1- قرآنِ مجید میں اشارات:

سورہ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"إِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ"[12]

"اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو"

یہ آیت عدلِ قضائی کی عمومی ہدایت دیتی ہے۔ عدالت کو ہر فریق کے حقِ سماعت اور غیر جانب دارانہ فیصلہ کی پابندی لازم ہے۔ غیر حاضر فریق کے بارے میں بھی اصول یہی ہیں کہ اس کے حقوق کو معطل نہ رکھا جائے، اور فیصلہ اس بنیاد پر دیا جائے کہ ابلاغ اور حقِ سماعت کی سہولت فراہم ہو۔

"اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى"[13]

"انصاف کرو، یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔"

یہاں عدل میں یک طرفہ فیصلے سے گریز کرنے اور فریقین کے ساتھ مساوی سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے، جو القضاء علی الغائب کے شرعی اصول کی بنیاد ہے اور پھر عدل کو تقویٰ کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔

"وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا"[14]

"اور جب بات کرو تو عدل کرو۔"

یہ حکم بتاتا ہے کہ قول اور شہادت میں عدل قائم رکھنا ضروری ہے، اور کسی فریق کی غیر موجودگی میں بھی اصول سماعت متاثر نہ ہوں۔

2-احادیث میں اشارات:

احادیث میں یک طرفہ سماعت پر حکم نہ لگانے کی ہدایت کی گئی ہے جیسے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"إذا تقاضى إليك رجلان فلا تقضِ للأوّل حتى تسمع من الآخر"[15]

"جب دو آدمی تیرے پاس فیصلہ کیلئے آئیں تو کسی ایک کے حق میں فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو۔"

یہ حدیث القضاء علی الغائب کے لیے ایک بنیادی اصول فراہم کرتی ہے: غیر حاضر فریق کے بارے میں حکم دینے سے پہلے ابلاغ اور نمائندگی کے ذرائع مہیا کرنا ضروری ہیں۔ اسی طرح امام البیہقی نے "البينة على المدعي واليمين على من أنكر" اس قاعدے کی تائید کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ قاعدہ واضح کرتا ہے کہ اگر منکر فریق غیر حاضر ہے تو اس کے حقِ قسم یا دفاع کی تکمیل کے لیے عدالت مناسب تدابیر اختیار کرے، اور جب مدعی کی بیّنہ قائم ہو جائے تو حکم غیابی ممکن ہے۔[16]

3-سنتِ قضائے نبوی ﷺ:

سنت میں مساواتِ سماعت، بیّنات و قسم، اور قضية بالشاهد واليمين جیسے اصول نمایاں ہیں، جو عملی طور پر غیر حاضر فریق کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔[17]

عہدِ نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین میں القضاء علی الغائب کا تصور:

1. نبی کریم ﷺ کے عہد میں القضاء علی الغائب:

نبی کریم ﷺ کی عدالتی روایت میں کئی مواقع ایسے آئے جہاں غیر حاضر فریق کے بارے میں فیصلہ کیا گیا۔ یہ فیصلے صرف غیر موجود فریق کے نقصان کے لیے نہیں، بلکہ عدل و انصاف کی حفاظت اور تسویفِ عدل سے بچنے کے لیے تھے۔

- حضرت ہند بنت عتبہؓ اور ابو سفیانؓ کا مقدمہ:

حضرت ہندؓ نے شکایت کی کہ ان کے شوہر ابو سفیان نفقہ ادا نہیں کرتے۔ نبی ﷺ نے فیصلہ کیا:

"خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ"[18]

یہ ایک واضح مثال ہے کہ غیر حاضر فریق کے خلاف فیصلہ ممکن ہے، بشرطیکہ دلائل و شہادت موجود ہوں اور انصاف کو ترجیح دی جائے۔

2. خلفائے راشدین میں القضاء علی الغائب:

(الف) حضرت ابو بکرؓ کا عہد:

حضرت ابو بکرؓ نے خراج، زکوۃ اور دیہ کے معاملات میں ایسے فیصلے دیے جہاں فریقین میں سے بعض غیر حاضر تھے۔ امام ابن قدامہؒ اور امام الزحیلی نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے غیر حاضر کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ کرتے

وقت: معتبر شہادت کی ضرورت رکھی، ممکنہ نمائندگی (وکالت) کا بندوبست کیا، فیصلے کے بعد اعتراض، اعادۂ سماعت کے مواقع فراہم کیے۔[19]

(ب) حضرت عمرؓ کا عہد:

حضرت عمرؓ نے عدالتی اصول واضح کیے: عدالت میں فیصلہ کرنے کے لیے فریق کی غیر موجودگی میں بھی مقدمہ چل سکتا ہے، بشرطیکہ ابلاغِ صحیح اور معتبر شہادت موجود ہو۔ یتیم، عورت اور غیر حاضر فریق کے حقوق کے تحفظ کے لیے خصوصی ضوابط مقرر کیے گئے۔ کسی زمین کے تنازعے میں، حضرت عمرؓ نے فیصلہ اس بنیاد پر دیا کہ مدعی کی شہادت معتبر ہے، اور مدعا علیہ کے لیے بعد میں دوبارہ سماعت کا موقع رکھا گیا۔[20]

(ج) حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا عہد:

حضرت عثمانؓ نے عدالتوں کو ہدایت دی کہ غیر حاضر فریق کے لیے ابلاغ (نوٹس) اور وکالت کے مکمل انتظامات کئے جائیں۔ حضرت علیؓ نے عدلیہ میں عدالتوں کو ہدایت دی کہ وہ ہر فیصلہ عدالت میں موجود گواہوں، تحریری ثبوت اور قرائن کی بنیاد پر صادر کریں، اور غیر حاضر فریق کے لیے اعتراض کے دروازے کھلے رہیں۔[21]

اس بحث کا اصولی پہلو یہ ہے کہ نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کی عدالتی روایت میں واضح ہے کہ غیر حاضر فریق کے خلاف فیصلہ صرف عدالتی انصاف اور معتبر شہادت کی بنیاد پر ممکن ہے۔ اس کا مقصد ظلم سے بچنا اور حق مؤخر نہ ہونے دینا تھا۔ یہ اصول آج کے ex parte decrees کے فقہی اور قانونی ماخذ کا عملی نمونہ ہیں۔ بعض فقہاء نے کہا کہ اگر فریق مسلسل غیر حاضر رہے تو عدالت کو زیادہ محتاط رہنا چاہیے، تاکہ ایک فریق کا حق غیر ضروری طور پر پامال نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کے عدالتی ضابطۂ دیوانی میں یہ اصول اسی روح کے مطابق شامل ہیں۔

اسلامی تاریخ کے نظامِ عدل میں القضاء علی الغائب کا تصور:

اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں کا تصور موجود رہا ہے جس کے شواہد کتبِ اسلامی میں پائے جاتے ہیں۔ ذیل میں مختلف ادوار کا تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے۔

1-اموی دور (41–132ھ / 661–750ء):

اموی خلافت میں القضاء علی الغائب کا تصور عملی طور پر نافذ ہوا، اور عدالتی نظام کو زیادہ منظم شکل دی گئی۔ اس دور میں قاضی کی ذمہ داریاں واضح تھیں۔ ابن قتیبہ "التبيين في مسائل القضاء" میں بیان کرتے ہیں کہ:

"القاضي يتوخى العدالة ويأخذ بالبينات ويضمن حقوق جميع الأطراف، وإن غاب بعضهم"[22]

یعنی اس عہد میں حسبِ ذیل اہم امور کو مدِ نظر رکھا جاتا تھا:

i. عدل و انصاف کے قیام کے لیے غیر حاضر فریق کے حقوق کا تحفظ۔

ii. معتبر شہادت اور دستاویزات کی بنیاد پر فیصلے۔

iii. وکالت و قیّم کی اجازت اور بعد ازاں اعتراض یا اعادۂ سماعت کے مواقع۔

2. عباسی دور (132–656ھ / 750–1258ء):

عباسی دور میں عدالتی نظام زیادہ پیچیدہ اور رسمی ہو گیا، اور القضاء علی الغائب کی عملیات کو فقہی اصولوں کے مطابق منظم کیا گیا۔ ابن الجوزی نے "المدخل إلى علم القضاء" میں لکھا:

i. غیر حاضر فریق کے حقوق کی حفاظت اولین ترجیح۔

ii. عدل میں تسویف سے بچنا۔

iii. وکالت، اعلانِ عام، اور دستاویزی شواہد کی بنیاد پر غیابی فیصلے۔23

3. عثمانی دور (1299–1924ء):

عثمانی خلافت میں اسلامی عدالتی نظام کو مزید منظم شکل دی گئی۔ القضاء علی الغائب کی قواعد کو دیوانی عدالتوں میں تحریری طور پر رائج کیا گیا، اور قاضی کے اختیارات کو قانونی اور فقہی اصولوں کے دائرے میں محدود کیا گیا۔ اس دور میں قانون نظام القضاء اور دیوانی احکام میں درج تھا:

i. غیر حاضر فریق کے خلاف حکم صرف معتبر شہادت اور دستاویزات کی بنیاد پر ہو۔

ii. ابلاغِ صحیح اور مہلتِ معقول لازمی۔

iii. بعد ازاں set aside یا اعتراض کے مواقع لازمی۔[24]

iv. فقہائے عثمانی (مثلاً قاضی فاضل اور مصطفی بن احمد) نے وضاحت کی کہ غیر حاضر فریق کے حقوق پامال نہ ہوں اور عدل میں تعطیل نہ ہو۔[25]

اسلامی تاریخ میں نظامِ عدل کا مختصر جائزہ لینے سے مندرجہ ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں:

i. تاریخی تسلسل: اموی دور سے لے کر عثمانی دور تک، القضاء علی الغائب کے اصول مسلسل ترقی پذیر رہے، اور ہر دور نے عدالتی عمل کو زیادہ منظم اور رسمی بنایا۔

ii. فقہی اور قانونی ہم آہنگی: ابتدائی فقہاء اور تاریخی عدالتوں کے قواعد آج کے دیوانی قوانین کے بنیادی اصولوں کے لیے بنیاد فراہم کرتے ہیں، جیسے کہ ابلاغ، شہادت، معقول مہلت، اور بعد ازاں اعتراض۔

iii. چیلنجز اور حدود: تاریخی طور پر غیر حاضر فریق کے حقوق کو مؤثر طریقے سے تحفظ دینے میں عملی مشکلات موجود تھیں، لیکن فقہاء نے محتاط اصول وضع کیے تاکہ عدالت کا فیصلہ یکطرفہ یا ناانصافی پر مبنی نہ ہو۔

برصغیر میں القضاء علی الغائب کے اثرات اور نو آبادیاتی قوانین:

برصغیر میں اسلامی عدالتی نظام کے آثار خاص طور پر دہلی سلطنت اور مغلیہ دور میں نمایاں ہوئے۔ القضاء علی الغائب کے اصول، جیسے غیر حاضر فریق کے حق میں یا خلاف فیصلہ، وکالت، اعلانِ عام، اور اعتراض کے مواقع، فقہی قواعد کے مطابق نافذ کیے گئے۔ مغلیہ دور میں قاضی کے اختیارات اور عدالت کی کارروائیوں کی تفصیل آداب القاضی اور دیگر کتب میں بیان کی گئی ہے۔ غیر حاضر فریق کے حقوق کی حفاظت کے لیے ابلاغ، اعلان عام، اور وکالتی نمائندگی لازمی قرار دی گئی۔[26]

نو آبادیاتی قوانین اور قانونی تقابل:

برصغیر میں برطانوی سامراج نے "Civil Procedure Code 1908" اور "Criminal Procedure Code 1898 " نافذ کیے، جن میں "ex parte decree "اور غیر حاضر فریق کے لیے کارروائی کے اصول وضع کیے گئے۔

(الف)Civil Procedure Code 1908:

Order IX کے تحت غیر حاضر فریق کے خلاف فیصلہ، شرط یہ کہ معتبر سروس اور نوٹس مکمل ہو۔

بعد ازاں set aside کے مواقع، تاکہ غیر حاضر فریق کے حقوق ضائع نہ ہوں۔27

(ب)Criminal Procedure Code 1898:

اس ایکٹ میں عدمِ حاضری کے لیے پروکلیمیشن اور منسلک قوانین وضع کیے گئے تاکہ عدالت کی کارروائی عدل و انصاف کے اصول کے تابع رہے۔28

(ج) فقہی اور قانونی تقابل:

مذکورہ بحث سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

i. برصغیر کے نو آبادیاتی قوانین نے اسلامی اصولوں (ابلاغِ صحیح، شہادت، اعتراض، اعادہ سماعت) کی عکاسی کی، لیکن قانونی تحریر اور رسمی کارروائی کو زیادہ زور دیا۔ فقہی اصولوں میں جو استثناء یا لچک تھی، نو آبادیاتی قانون میں اس کا محدود اطلاق ہوا۔29 اس کے علاوہ مندرجہ ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں:

ii. اسلامی فقہ میں غیر حاضر فریق کے اعتراض، اعادہ سماعت کے مواقع نمایاں تھے، جبکہ نو آبادیاتی نظام میں ان کے حقوق قانونی ضابطوں کی قید میں محدود ہو گئے۔

iii. نو آبادیاتی قوانین نے عدالتی کارکردگی اور رسمی کارروائی میں اضافہ کیا، لیکن بعض اوقات یہ اصولِ عدل اور سماعت کے فقہی معیار کے مطابق مکمل نہیں تھے۔

iv. پاکستان کے CPC اور CrPC آج بھی اسی اصول پر مبنی ہیں: غیر حاضر فریق کے حقوق محفوظ، معقول سروس اور نوٹس لازمی، اور بعد ازاں اعتراض / اعادہ سماعت کے مواقع۔ یہ تاریخی و فقہی تسلسل کی عکاسی ہے۔

پاکستان کے عدالتی نظام کے تناظر میں قضاء علی الغائب کی عملی صورت:

پاکستان کے عدالتی نظام کی بنیاد برصغیر کے نو آبادیاتی قوانین پر رکھی گئی، خاص طور پر Civil Procedure Code 1908 اور Criminal Procedure Code 1898، ان ضابطوں نے غیر حاضر فریق کے خلاف کارروائی کے اصول (ex parte proceedings) کو قانونی شکل دی اور عدالت میں فیصلہ سازی کی روایات قائم کیں۔

CPC.1908 کے Order IX میں غیر حاضر فریق کے خلاف ڈگری کی بنیاد: معتبر نوٹس، معقول مہلت، اور بعد ازاں set aside کی سہولت۔ CrPC.1898 نے عدالتی کارروائی میں عدمِ حاضری کی صورتوں کو پروکلیمیشن اور وارنٹ کے تحت منظم کیا۔ یہ قوانین عدالتی توازن، عدالت کی کارروائی کی معقولیت، اور غیر حاضر فریق کے حقوق کے تحفظ کے لیے بنائے گئے۔ پاکستان میں عدالتی نظام میں اعلیٰ عدلیہ، ہائی کورٹس اور ضلعی عدالتیں موجود ہیں، جو دیوانی اور فوجداری مقدمات کی کارروائی کرتی ہیں۔ غیر حاضر فریق کے لیے مثلاً نوٹس، وکالت، اعتراض، اعادہ سماعت جیسی قانونی سہولیات موجود ہیں۔ عدالتی فیصلے میں شفافیت اور مساواتِ سماعت کے

اصول کی پاسداری لازمی ہے۔ اسلامی فقہی اصول، جیسے ابلاغِ صحیح، شہادت، اور بعد ازاں اعتراض کے مواقع، CPC/CrPC میں قانونی ضابطوں کے ذریعے نافذ کیے گئے۔[30]

حقوق کے تناظر میں پاکستانی عدالتی نظام نے غیر حاضر فریق کے حقوق کو محفوظ رکھنے کے لیے درج ذیل اقدامات اختیار کیے:

i. ابلاغِ صحیح: قانونی نوٹس یا سروس مکمل ہونا لازمی۔

ii. معقول مہلت: غیر حاضر فریق کو جواب دینے یا وکیل تعینات کرنے کے لیے وقت دینا۔

iii. اعتراض، اعادہ سماعت: ex parte decree کے خلاف اپیل یا set aside کی راہ۔

iv. شہادت اور ثبوت کی پابندی: عدالت کی طرف سے صرف مستند بیّنہ کی بنیاد پر فیصلہ۔[31]

یہ نظام برصغیر کی نو آبادیاتی قانونی تاریخ سے نکل کر پاکستان کے عدالتی ڈھانچے کا حصہ بن گیا، اور اس میں اسلامی فقہ کے بنیادی اصول موجود ہیں، جس سے عدالتی فیصلوں میں توازن برقرار رہتا ہے۔ ایسے معاملات میں عدالت کی کارروائی عموماً مؤثر اور شفاف ہوتی ہے لیکن ex parte decrees کی کثرت بعض اوقات عدل و انصاف کے فقہی معیار کے مطابق نہیں ہوتی بلکہ اس کو کم کر دیتی ہے۔

خلاصہ کلام:

القضاء علی الغائب کے موضوع کا مطالعہ ہمیں نہ صرف اسلامی عدالتی نظام کی تاریخ سے متعارف کراتا ہے بلکہ عدل و انصاف کے بنیادی فلسفے پر بھی غور و فکر کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ سب سے پہلا اہم نکتہ لغوی اور اصطلاحی تحقیق کا ہے، جہاں قضاء اور غائب کے مفاہیم واضح کیے گئے ہیں۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عدالتی فیصلہ سازی صرف رسمی کارروائی نہیں بلکہ حقائق کی تشخیص اور قطعی فیصلہ دینے کا ایک اخلاقی و قانونی فریضہ ہے۔ لغوی تعریفوں کے ذریعے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ غیر حاضر فریق کے عدالتی فیصلے کے پیچھے صرف Procedural Convenience نہیں بلکہ انصاف کا تقاضا بھی موجود ہے۔

فقہی تعریفات میں مختلف فقہاء کے نظریات کا جائزہ ایک دلچسپ نقطہ ہے۔ ابن فرحون، ماوردی، اور ابن قدامہ کے اختلافات اس بات کا اظہار ہیں کہ شریعت نے اصولی لچک رکھی تاکہ غیر حاضر فریق کے حقوق اور حاضر فریق کے استیفاء کے درمیان توازن قائم رہے۔ اس تناظر میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا موجودہ عدالتیں واقعی اس توازن کو برقرار رکھتی ہیں، یا عملی طور پر غیر حاضر فریق کے حقوق متاثر ہوتے ہیں؟ معاصر علماء جیسے وہبہ الزحیلی، شوکت حیات اور عمران احسن خان نیازی جیسے ماہر قانون نے اس مسئلے کی وضاحت کی، لیکن حقیقت میں قوانین کی پیچیدگی اور procedural formalities بعض اوقات اس اصول کو محدود کر دیتی ہیں۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں یک طرفہ سماعت ممنوع ہے اور عدل و انصاف کا ہر فیصلہ مساواتِ سماعت اور بوجھِ دلیل پر منحصر ہونا چاہیے۔ یہ نکتہ عالمی معیار کے fair trial سے بھی ہم آہنگ ہے، مگر عملی تطبیق میں سوالات باقی رہتے ہیں: آیا تمام غیر حاضر فریق حقیقی طور پر نوٹس اور مہلت حاصل کرتے ہیں؟ اور کیا اعتراض و اعادۂ سماعت کے مواقع واقعی ان کے لیے فعال ہیں؟

تاریخی ارتقاء اور نو آبادیاتی قوانین کے تناظر میں یہ تجزیہ بھی اہم ہے کہ اسلامی فقہ کے اصول جدید قانونی ضوابط میں منتقل ہوئے، مگر کبھی کبھار Procedural Rigidity نے اصل مقصد — عدل و انصاف — کو کمزور کیا۔ مجموعی طور پر، یہ فصل ہمیں یہ سوچنے پر

مجبور کرتی ہے کہ القضاء علی الغائب صرف ایک قانونی عمل نہیں بلکہ عدل، سماعت، اور حقِ دفاع کے فلسفے کا مظہر ہے، اور معاصر عدلیہ کے لیے یہ ایک چیلنج بھی ہے کہ وہ اس اصولی توازن کو عملی طور پر قائم رکھے۔

یہ تجزیہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ مستقبل میں قانونی اصلاحات اور فقہی اصولوں کی تطبیق میں زیادہ لچک، شفافیت اور غیر حاضر فریق کے حقوق کی ضمانت دینا ضروری ہے تاکہ یہ نظام صرف ایک Procedural Process نہ رہ جائے بلکہ حقیقی عدل و انصاف کا آئینہ بنے۔

مصادر و مراجع

1. ۔القرآن الکریم
2. فتح پوری، فرمان، ڈاکٹر، رافع اللغات، الفیصل ناشران کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور، 1989۔
3. 2۔سید احمد، مولوی، دہلوی، فرہنگِ آصفیہ، اردو سائنس بورڈ، 289، اپر مال روڈ، لاہور، ایڈیشن ششم، 2010۔
4. فتح پوری، فرمان، ڈاکٹر، رافع اللغات، الفیصل ناشران کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔
5. صدیقی، مشتاق الرحمان، ڈاکٹر، تعلیم و تدریس، پاکستان ایجوکیشن فاونڈیشن، اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۹۷ء۔
6. ابو اسحاق، ابراہیم بن اسحاق الحربی، غریب الحدیث جامعہ ام القری، مکۃ المکرمۃ، 1405ھ۔
7. محمد بن یعقوب، مجد د الدین، ابو طاہر، الفیروز آبادی، تنویر المقیاس من تفسیر ابنِ عباس، دار الکتب العلمیہ، لبنان، سنِ اشاعت ن م۔
8. کیرانوی، وحید الدین، مولانا، قاسمی، قاموس الجدید، ارشد سلمان وہاب پرنٹرز، لاہور، 1990ء۔
9. الخالدی، عبد الفتاح، الدکتور، صلاح، تعریف الدارسین بمناھج المفسرین، دار القلم، دمشق، 2008ء۔
10. چوہدری، نذیر، اے، جنرل میتھڈز آف ٹیچنگ، الریحان پبلیکیشنز، لاہور۔
11. 27.Wallace,Susan,Oxford Dictionary of Education, Oxford university press London, UK,
12. 29. Encyclopedia of Educational Research,American Educational Research Association,Washington,DC.1969.
13. 30. Li, G., Culturally contested Pedagogy: Battles of literacy and schooling between mainstream teachers and Asian immigrant parents. Suny Press.

[1]·Muḥammad ibn Mukarram Ibn Manẓūr, Lisān al-ʿArab (Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH), 1:45.

[2] Muḥammad ibn Yaʿqūb al-Fayrūzābādī, Al-Qāmūs al-Muḥīṭ (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2005), 2:372.

[3] ʿAlī ibn Muḥammad Ibn al-Athīr, Kāmil al-Lisān (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2003), 3:118.

[4] Muḥammad ibn Mukarram Ibn Manẓūr, Lisān al-ʿArab (Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH), 3:210.

[5] Muḥammad ibn Yaʿqūb al-Fayrūzābādī, Al-Qāmūs al-Muḥīṭ (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2005), 1:295.

[6] Ibrāhīm ibn ʿAlī Ibn Farḥūn, Tabṣirat al-Ḥukkām fī Uṣūl al-Aqḍiyah wa Manāhij al-Aḥkām (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2003), 1:102.

[7] Abū al-Ḥasan ʿAlī ibn Muḥammad al-Māwardī, Al-Ḥāwī al-Kabīr fī Fiqh Madhhab al-Imām al-Shāfiʿī (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2008), 2:215.

[8] Muwaffaq al-Dīn ʿAbd Allāh ibn Qudāmah, Al-Kāfī fī Fiqh al-Imām Aḥmad ibn Ḥanbal (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2012), 3:198, 412.

[9] Wahbah al-Zuḥaylī, Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuh (Karachi: Dār al-Ishāʿat, 2012), 5:342–345.

[10] Shokat Hayat, A Contemporary Discourse on Islamic Law of Civil Procedure (Islamabad: Shariah Academy, 2021), chs. 3–4.

[11] Imran Ahsan Khan Nyazee, Islamic Jurisprudence (Uṣūl al-Fiqh) (Islamabad: Advanced Legal Studies Institute, 2019), 2:88–92.

[12] Al-Qurʾān, 4:58.

[13] Al-Qurʾān, 5:8.

[14] Al-Qurʾān, 6:152.

[15] Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd (Riyadh: Dār al-Salām, 1999), Kitāb al-Aqḍiyah, Bāb "fī al-rajul yuqḍā lahu wa huwa ghāʾib", p. 57

[16] Al-Bayhaqī, Al-Sunan al-Kubrā (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2007), Kitāb al-Qaḍāʾ, Bāb "al-bayyinah ʿalā al-muddaʿī wa al-yamīn ʿalā man ankara", p. 145.

[17] Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Aqḍiyah; Al-Bayhaqī, Al-Sunan al-Kubrā, Kitāb al-Qaḍāʾ.

[18] Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Nafaqāt, Bāb "akhdh al-marʾah min māl zawjihā", ḥadīth no. 5364; Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Aqḍiyah, Bāb "al-ḥukm bi al-ẓāhir", ḥadīth no. 1714.

[19] Muwaffaq al-Dīn Ibn Qudāmah, Al-Mughnī (Beirut: Dār al-Fikr, 1405 AH), Kitāb al-Qaḍāʾ, pp. 12–15; Wahbah al-Zuḥaylī, Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuh (Karachi: Dār al-Ishāʿat, 2012), Kitāb al-Qaḍāʾ, p. 334.

[20] Ibn Farḥūn, Tabṣirat al-Ḥukkām, Kitāb al-Qaḍāʾ, within "Kitāb ʿUmar ilā Abī Mūsā al-Ashʿarī", p. 45.

[21] Muwaffaq al-Dīn Ibn Qudāmah, Al-Kāfī (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2012), Kitāb al-Qaḍāʾ, pp. 78–82; Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd (Riyadh: Dār al-Salām, 1999), Kitāb al-Aqḍiyah, p. 102.

[22] Muḥammad ʿAbd Allāh Ibn Qutaybah, Al-Tabyīn fī Masāʾil al-Qaḍāʾ (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1995), p. 45.

[23] Abū al-Faraj ʿAbd al-Raḥmān ibn al-Jawzī, Al-Madkhal ilā ʿIlm al-Qaḍāʾ (Riyadh: Dār al-Salām, 2001), p. 112.
[24] ʿUthmānī, Qānūn Niẓām al-Qaḍāʾ (Istanbul: Maṭbaʿat al-Dawlah, 1905), pp. 33, 40.
[25] Muṣṭafā ibn Aḥmad, Qawāʿid al-Qaḍāʾ al-ʿUthmāniyyah (Istanbul: Dār al-Kutub al-ʿUthmāniyyah, 1910), p. 50.
[26] Abū al-Qāsim Aḥmad ibn Qāḍī, Ādāb al-Qāḍī fī Dīwān al-Mughūl (Delhi: Maṭbaʿat Dār al-Fikr, 1892), pp. 23, 45.
[27]-Muḥammad ibn Muḥammad Ḥusayn, Dīwān al-Qaḍāʾ fī al-Hind al-Islāmiyyah (Lahore: Maṭbaʿat al-Islāmiyyah, 1935), p. 50.
[28] Criminal Procedure Code, 1898 (Lahore: Government Press, 1898), Chapters on Proclamation and Arrest, pp. 22–30.
[29] Shokat Hayat, A Contemporary Discourse on Islamic Law of Civil Procedure (Islamabad: Shariah Academy, 2021), chs. 6–7.
[30] Imran Ahsan Khan Nyazee, Islamic Jurisprudence (Usul al-Fiqh) (Islamabad: Advanced Legal Studies Institute, 2019), pp. 210.
[31] Shokat Hayat, A Contemporary Discourse on Islamic Law of Civil Procedure (Islamabad: Shariah Academy, 2021), chs. 4–5. Imran Ahsan Khan Nyazee, Islamic Jurisprudence (Usul al-Fiqh) (Islamabad: Advanced Legal Studies Institute, 2019), pp. 220.